اسلامی تہذیب کی تاریخ اور مغربی تہذیب سے اس کا رشتہ

مؤلف: موسی نجفی
مترجم: ڈاکٹر فیضان جعفر علی

اسلامی تہذیب و تمدن بہت ہی اہم موضوع ہے جس کا تعلق اسلامی دنیا کی شناخت سے ہے بلکہ اس زمانے میں جب مغربی تہذیب اپنے آپ کو بے رقیب تصور کر رہی ہے، یہ موضوع بہت اہم ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ تہذیب کس نشیب و فراز سے گذری ہے اور اس نشیب و فراز کا مغربی تہذیب سے کیا تعلق رہا ہے۔ یہ باتیں تحقیق کا موضوع ہو سکتی ہیں۔ تاریخ بشر کی علمی و سماجی تبدیلیوں کی گفتگو میں عام طور پر تین ادوار یعنی یونانی دور، قرون وسطیٰ اور موجودہ دور کو ہی بنیاد قرار دیا جاتا ہے جب کہ تاریخ کی یہ تقسیم بندی، زیادہ تر یورپ اور مغربی سرزمین کی علمی و سماجی تاریخ پر مشتمل ہے۔

زیر نظر مضمون میں اسلامی تہذیب کے عروج و زوال کی تاریخ کو پانچ بڑی تبدیلیوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ ان پانچوں ادوار میں سے دو انحطاطی دور اور تین ارتقائی دور ہیں۔ آج ہم ارتقاء کے تیسرے دور اور اسلامی تہذیب کے پانچویں دور میں ہیں۔

پہلا دور

دنیائے اسلام اور مغرب کے مابین پہلا رابطہ اس وقت قائم ہوا جب مسلمان یونانی ثقافت اور فلسفہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے مختلف علوم کو اسلامی دنیا کے سامنے پیش کیا۔ مسلمانوں نے نہ صرف یونانی فلسفہ بلکہ چینی، ہندی اور یونانی علوم کو حاصل کرنے کی طرف بھی رغبت دکھائی اور ان علوم میں سے ہر ایک کو اپنی ثقافت، تاریخ اور تمدن میں ایک جگہ دی اور اس کی ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ مسلمانوں کے ذریعہ فلسفہ اور دوسرے علوم کے حصول کے بارے میں چند نکات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

۱. مسلمانوں نے فلسفہ اور دوسرے تمام علوم کو اختیاری طور پر حاصل کیا اور اس میں کسی طرح کی زور زبردستی نہ تھی۔
۲. اس تتبع میں فکر و تفکر کا دخل تھا اور مسلمان ان علوم کے صرف ایک معمولی نقل کرنے والے یا آنکھ اور کان بند کرکے ماننے والے مرید نہیں تھے بلکہ انہوں نے ان علوم بالخصوص فلسفہ کو اپنی جان کے ساتھ ملا دیا اور پھر اپنی تاریخ کے ہر موقع پر اس کی بازیافت کرتے رہے۔
۳. فلسفیانہ تفکر و ثقافت کا عام مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ زیادہ تر اسلامی دانشور اس سے متاثر تھے۔

دوسرا دور

اس دور میں اسلام اور مغرب کے تعلقات علمی اور ثقافتی حدود سے نکل کر سیاسی و فوجی تنازعات تک پہنچ گئے۔ کئی دہائیوں تک ہونے والی صلیبی جنگوں کا ہمارے موضوع پر مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے:

۱. صلیبی جنگ کی وجہ سے مسلمانوں نے مغربی دنیا کو تھوڑا بہت پہچانا لیکن مغربی دنیا پر مسلمانوں کا گھرا اثر پڑا۔ عالم اسلام کی علمی طاقت اور دوسری طرف مغرب کے تعصّبات کی وجہ سے قرون وسطی میں اسلام اور مغربی دنیا کے تعلقات، اسلامی دنیا کے لیے کسی خطرہ کا سبب نہیں بنے لیکن یہ تاثیر مغرب کے لیے مٹی کے نیچے موجود آگ کی مانند عمل کر رہا تھا کیونکہ مغرب والوں کو آہستہ آہستہ مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی کمزوری اور ناداری کا احساس ہوا۔

قسطنطنیہ کی فتح (۱۴۵۳ء مطابق ۸۵۷ھ) تک یہ رجحان باقی رہا۔ اس زمانے میں مغرب میں نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو چکا تھا اور قرون وسطی اپنے اختتام پر تھا۔ مسیحیت اور اسلامی دنیا کے تعلقات کا اثر سامنے آ رہا تھا جو بعد میں عربی متون کا یوروپی زبانوں میں ترجمے اور پہلی مغربی یونیورسٹیوں کے قیام کی صورت میں ظاہر ہوا۔[1]

۲. اس دور میں مسلمانوں کے پاس طاقت اور مضبوط سماجی و شہری نظام تھا جس کی وجہ سے مغربی دنیا اور صلیبی حملہ آور ان کے لیے بہت زیادہ جاذب نظر نہیں تھے۔

۱۔ مجتہدی، کریم، مدارس و دانشگاہ ہای اسلامی و غربی در قرون وسطی

۳. اس دور میں بھی عام مسلمان مغربی ثقافتی یا سیاسی اثر و رسوخ سے دور تھا اور انہوں نے اس سرزمین پر کوئی توجہ بھی نہ دی۔ البتہ ایران میں صفوی دور میں اور عثمانی حکومت کے زمانے میں مغرب سے متاثر ہونے کا عمل شروع ہوا جس کا رجحان آنے والی صدیوں میں بتدریج بڑھتا گیا۔

تیسرا دور

تیسرے دور میں جسے مغربی جدیدیت کا دور کہا جاتا ہے، مندرجہ ذیل اہم واقعات پیش آئے:

۱. مغرب نے ایک نئی اور منظّم شکل میں خود کی بازیافت کی اور یہ ایسے وقت میں انجام پایا جب تین بڑی اسلامی طاقتیں (صفوی، عثمانی اور مغول) کسی ایک سیاسی و ثقافتی محاذ پر متحد نہ تھیں بلکہ ایک دوسرے کو کمزور کرنے کے لیے وہ اپنی فوجی، سیاسی اور ثقافتی قوتیں استعمال کرنے میں مشغول تھیں۔

۲. انگلینڈ اور اس کے بعد فرانس میں انقلاب (سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی کے درمیان) شروع ہوا اور نشاۃ ثانیہ میں جہاں ایک طرف نسبی سکون پیدا ہوا وہیں دوسری طرف مسلمانوں کے سماجی نظام میں تنزلزل وانحطاط پیدا ہوا۔ مثال کے طور پر قاچاری دور خاص کر ایران و روس کی جنگوں کے بعد، مغربی دنیا کو یہاں پر فوقیت ملی اور ایرانیوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ان کا واضح اور خفیہ اثر پڑا۔ اس واضح اور خفیہ اثر اندازی کی مندرجہ ذیل چند خصوصیات تھیں:

الف۔ ایران میں مغرب کی مداخلت ابتدا میں سیاسی تھی جو مادی طاقت وصلاحیتوں کے ساتھ تھی۔

ب۔ یہ اثر قدرتی طور پر علمی اور ثقافتی رابطے کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ مغربی سرزمین کی استعماری حکومتوں کے زیر سایہ وجود میں آیا ہے۔

ج۔ اس اثر و رسوخ کی کچھ خاص تجارتی اور معاشی خصوصیات بھی تھیں جن میں مارکیٹ کو اپنے قبضہ میں کرنا اور دیگر ممالک بالخصوص اسلامی ممالک کی معاشی نبض پر قابو پانا بھی شامل ہے۔ البتہ اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس تجارت کے دوران، مغرب کی اشیاء اور ان کی مادی و صنعتی کامیابیوں نے آہستہ آہستہ آنکھوں کو چکا چوند کر دیا۔

۳. مغرب اور اسلامی دنیا کے تعامل کے اس مرحلہ نے صرف دانشوروں کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ عام لوگوں کی زندگی، آداب و رسوم اور بازار و گلی کو بھی متاثر کیا۔ ایران میں مشروطیت سے قبل اس

کی تاثیر خفیہ طور پر تھی اور مشروطیت کے بعد اس کی تاثیر بالکل واضح تھی، بالخصوص پہلوی حکومت کے ظہور کے وقت مکمل طور پر یلغار کی صورت میں منظر عام پر آ گئی۔

البتہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اسلامی سماج کی سستی اور کمزوریوں نے ''اسلامی بیداری'' اور پھر ''اسلامی بیداری کی تحریکوں'' کو جنم دیا جس میں عام طور پر اسلامی دنیا کی اندرونی اور ذاتی مقاومت کی شمولیت تھی اور خاص طور پر ایران کی شیعہ مقاومت شامل تھی۔ در حقیقت اسلامی بیداری کے اس مرحلے میں اور پھر ایک ترقی یافتہ مرحلے میں اسلامی تحریکوں نے سیاسی نظام اور اسلامی و دینی سماجی نظام کی کمی یا کمزوری کی تلافی کی۔ اس مرحلہ کا اثر ایران کے سنہ ۱۳۵۷ ہجری شمسی کے اسلامی انقلاب تک جاری تھا جس کے نتیجے میں جدید اسلامی سیاسی نظام وجود میں آیا۔

اسلامی تاریخ، معاشرہ اور تہذیب کے عروج و زوال کی داستان

دنیائے اسلام میں سیاسی تبدیلیوں کو تاریخی نقطہ نظر سے مغربی تاریخ کے تین ادوار (یعنی عہد یونانی، قرون وسطی اور نشاۃ ثانیہ) کے ساتھ منطبق نہیں کرنا چاہیے۔اسلامی تہذیب و تاریخ کو پانچ ادوار (پیشرفت و ترقی کا تین دور اور زوال و انحطاط کا دو دور) میں تجزیہ و تحلیل کیا جاسکتا ہے۔ بہت سے محققین نے اسلامی تہذیب کا تاریخی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

عام طور پر ثقافتی یا سماجی نظاموں یا تہذیبوں کا ایک شروعاتی دور ہوتا ہے، پھر عروج کا دور شروع ہوتا ہے اور آخر میں زوال کا دور آجاتا ہے لیکن بعض ایسے نظام بھی نظر آتے ہیں جن میں متعدد سیاسی، فکری اور سماجی عروج و زوال ہوتے ہیں۔ اسلامی تہذیب نے پہلی صدی سے لیکر پانچویں صدی قمری تک ترقی کی راہ طی کرتی رہی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ تنزل کی طرف بڑھتی گئی اور مغلوں کے حملے کے ساتھ ایک مہلک کھائی میں گر گئی اور اس کی ثقافت و سیاست کے عظیم آثار ویران ہوگئے۔اس حادثہ کے بعد بھی یہ تہذیب ختم نہ ہوئی اور ایک بار پھر اسے عروج حاصل ہوا۔ترقی کا دوسرا دور ساتویں صدی کی آخری دہائی سے لیکر گیارہویں صدی کے آخر تک جاری تھا۔ اس وقت اسلامی سرزمین پر دنیا کی تین بڑی سلطنتیں یعنی

۱۔ شریف، میر محمد، تاریخ فلسفہ در اسلام، ص ۳

سلطنت عثمانیہ، ایران اور ہندوستان موجود تھیں۔ یہ ترقی کا مرحلہ دوبارہ بارہویں صدی کے آغاز سے لیکر تیرہویں صدیں کے وسط تک زوال کی طرف جانے لگا اور جیسا کہ اس مطالعہ سے واضح ہو جائے گا اب تقریبا تمام اسلامی علاقوں میں تیسرے دور کی اوج و ترقی کی علامتیں دکھائی دے رہی ہیں۔[۱]

کوئی ایسا قانون نہیں ہے جس کے رو سے ہر پھلنے پھولنے والی ثقافت ضرور پژمردہ ہو جاتی ہو اور دوبارہ اس کے پھلنے پھولنے کا امکان نہ ہو۔ ہر ثقافت کے لیے یہ ممکن ہے کہ وقتاً فوقتاً وہ ترقی کرے لہٰذا اس کو مجموعی طور پر متعدد ترقی اور تنزلی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اسلامی ثقافت اپنی ترقی کے ہر دور میں اپنی دینی، سیاسی اور معماری برتری کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی جب کہ اس ثقافت کے پہلے دور میں اس نے تجارت، صنعت، علم اور فلسفہ میں بھی قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے اور دوسرے دور میں شعر، نقاشی، غیر دینی تاریخ، سفر نامہ نویسی، عرفان اور دوسرے میدانوں میں امتیازی کارنامہ انجام دیا ہے۔

انحطاط کا فلسفہ اور اسلامی تہذیب کی تاریخ میں اس کا تجزیہ

انحطاط اور اس کے فلسفہ کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے، اسلامی تہذیب کے بارے میں ابن خلدون کے قیمتی مقدمہ پر توجہ کر سکتے ہیں۔ لیکن زیر نظر مقالہ میں ہم نے استاد مطہری کے نظریئے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس موضوع کا تجزیہ کیا ہے۔ سیاسی افکار کو پرکھنے اور سمجھنے میں فلسفہ تاریخ اور اس کی اندرونی تبدیلیوں میں عروج وزوال کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے[۲]۔

استاد مطہری نے اسلامی تہذیب کے ترقی و تنزلی کے اسباب کو شمار کرنے سے قبل، اس سلسلے میں

۱۔ تاریخ فلسفہ در اسلام، ص ۴

۲۔ اس نظریئے کے پیش نظر ثقافتی، سیاسی اور سماجی مسائل کو ایک ہم آہنگ نظام کے ماتحت مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس نظام کے ایک بھی پہلو سے غفلت کی صورت میں بہت بڑی غلطی ہو جائے گی۔ اس تعلق کے طریقہ کے بارے میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ: سیاسی و سماجی دائرے میں ہو سکتا ہے کوئی قوم تنزلی کا شکار ہو جائے لیکن یہی تنزل مناسب وقت میں ترقی کے لیے ایک محرک بن جاتی ہے۔ بغداد میں عباسی خلافت کا اخلاقی و سیاسی زوال تیسری صدی کے وسط میں رونما ہوا اور اسپین میں اموی خلافت کا زوال اور مصر میں فاطمی خلافت کا زوال پانچویں صدی کے ابتدا میں شروع ہوا۔ اس بنیادی سنت کے باجود تعلیم کی حمایت کا سلسلہ ساتویں صدی کے وسط تک عروج پر تھا۔ البتہ جب اخلاقی انحطاط کا آغاز ہوتا ہے تو ممکن ہے فکری کامیابی اپنی جگہ باقی رہے لیکن وہ ایام کی سیاہی کو برطرف کرنے پر قادر نہ ہو (مطہری، فلسفہ تاریخ، جلد ۱)

اس طرح اظہار نظر کرتے ہیں:

یہ بات مسلم ہے کہ دنیا میں صدیوں سے اسلامی تہذیب کے درخشاں اور نورانی چراغ کا وجود تھا پھر ایک وقت آیا کہ یہ چراغ ماند پڑگیا اور آج کے مسلمان دنیا کی دوسری قوموں اور اپنے قابل فخر ماضی کے مقابلہ میں انحطاط کے دور سے گذر رہے ہیں۔ فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علوم و معارف، صنعت و انتظام کی تمام تر ترقی و پیشرفت کے بعد مسلمان قوم کس طرح تنزل کا شکار ہو گئی۔ آخرکار اس تنزلی اور رجعت کا ذمہ دار کون ہے اور کیا چیز ہے؟ کیا کچھ خاص افراد یا قومیں یا کچھ خاص رجحانات کی وجہ سے مسلمان اپنی ترقی و تکامل کی راہ سے منحرف ہوگئے۔ یا اس تنزلی کا کوئی سبب نہیں تھا بلکہ سنت تاریخی کا یہ تقاضا ہے کہ ہر قوم صرف ایک محدود اور معین مدت کے لئے ترقی و تکامل کی راہ کو طے کرتی ہے اور پھر اس کو زوال و انحطاط کا راستہ طے کرنا پڑتا ہے؟

اگر مسلمانوں کی تنزلی و انحطاط کا کوئی خاص سبب ہے تو وہ کیا ہے؟ کیا خود اسلام کو ہی مسلمانوں کے انحطاط کا باعث سمجھنا چاہیے جیسا کہ بہت سے مغربی (سبھی نہیں) مفکرین جو کہ استعماری اہداف کے ماتحت کام کرتے ہیں، وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں یا اسلام اس سے مبرا ہے اور خود مسلمان ہی اس انحطاط کے ذمہ دار ہیں، یا یہ کہ اس کا تعلق نہ اسلام سے ہے اور نہ ہی مسلمانوں سے ہے بلکہ اس انحطاط کی وجہ غیر مسلم اقوام و ملل ہیں جن کا چودہ صدیوں سے مسلمانوں سے مختلف پہلوؤں سے سروکار رہا ہے؟

اس سلسلے کی گفتگو کے لیے جو چیز مقدمہ کے عنوان سے ضروری ہے وہ مسلمانوں کی عظمت اور انحطاط کی گفتگو ہے جو مندرجہ ذیل مطالب پر مشتمل ہوگی:

۱۔ اسلامی تہذیب کی عظمت و سربلندی کی بنیاد

۲۔ اسلامی تہذیب کی تشکیل: وجوہات و اسباب

۳۔ مسلمانوں کی سربلندی میں اسلام کا کردار

۴۔ جدید مغربی تہذیب کا اسلامی تہذیب سے متاثر ہونا

۵۔ انحطاط کے تناظر میں اسلامی دنیا کی موجودہ صورت حال

۶۔ اگرچہ اسلامی تہذیب جاچکی ہے پھر بھی اسلام ایک جاری و ساری قوت کی صورت میں باقی ہے اور جدید سماجی و انقلابی طاقتوں کے ساتھ مسلسل رقابت و مقابلہ کرتا رہتا ہے۔

۷۔ اسلامی ملتیں بیدار ہو رہی ہیں۔

مقدماتی گفتگو کے بعد ضروری ہے کہ "زمانے کی نوعیت" کے بارے میں عمیق اور فلسفیانہ بحث کی جائے جس کا تعلق فلسفہ تاریخ سے ہے۔ تاریخ کے فلسفیوں کا یہ ماننا ہے کہ جو چیز مسلسل کسی قوم کی ترقی و پیشرفت کا سبب ہوتی ہے وہی چیز اس کے انحطاط کا موجب بھی ہوا کرتی ہے؟ یعنی ہر سبب صرف ایک معین وقت اور شرائط میں ہی کسی معاشرے کو ترقی دے سکتا ہے۔ اس معین وقت اور شرایط کی تبدیلی سے پھر وہ سبب اس کو آگے لے جانے کے قابل نہیں ہوتا اور خود ہی اس کی رکاوٹ اور انحطاط کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر یہ فلسفہ صحیح ہے کہ ہر تہذیب اپنے وجود میں آنے والے اسباب کی وجہ سے ہی ختم ہوتی ہے تو پھر اس کے تنزل کے لئے دوسرے اسباب کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر یہ قاعدہ صحیح ہوگا تو فطری طور پر اسلامی تہذیب کو اس سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے لہٰذا مسلمانوں کے انحطاط کے اسباب کو، اسلامی تہذیب کو تشکیل دینے والے اسباب سے ہٹ کر مطالعہ کرنا بے سود ہے۔ اس فلسفہ اور قاعدے کے لحاظ سے ضروری نہیں ہے کہ کسی شخص یا قوم یا کسی رجحان کو مسلمانوں کے انحطاط کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ اسلامی تہذیب کے خاتمہ کا شمار بھی دوسری تمام تہذیبوں یا دوسرے زندہ رجحانوں کی طرح فطری یا غیر فطری موت کی وجہ سے ہوگا اور یہ موت بہر حال دیر یا سویر ضرور آتی ہے۔ یعنی اسلامی تہذیب پیدا ہوئی، پلی بڑھی، جوان ہوئی، بوڑھی ہوئی اور پھر اس کو موت آ گئی۔ اس کے لوٹنے کی تمنا کرنا، دنیا سے جانے والوں کے دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرنے جیسا ہے جو فطری لحاظ سے توجیہ کے قابل نہیں ہے اور اس کو معجزہ اور ماوراء الطبیعت جیسی چیزوں کے ذریعہ ہی توجیہ کے قابل بنایا جاسکتا ہے جو انسانی قوت سے باہر کا عمل ہے۔

مسلمانوں کے عروج اور زوال کے بارے میں مقدماتی بحث کے بعد فلسفیانہ تاریخ کی بحث سامنے آتی ہے جس کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس فلسفیانہ بحث کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ زمانے کے تقاضوں کے ساتھ اسلام کی مطابقت و عدم مطابقت پر بھی جامع گفتگو کی جائے۔

فلسفہ تاریخ کے مذکورہ قاعدہ کو ہم نے قبول نہیں کیا یعنی مسلمانوں کے انحطاط کے اسباب اور ان کی ترقی کے اسباب دونوں ایک نہیں ہوسکتے۔ اب ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ جو اسباب اور عوامل مسلمانوں کے توقف، انحطاط اور عقب نشینی کا موجب بنے ہیں وہ کیا ہیں اور دوسرے لوگوں نے اس بارے

میں کیا کہا ہے؟ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی باتوں اور موضوعات، مسائل اور رجحانوں پر توجہ کرنے سے اس کا جائزہ تین الگ الگ جزء یعنی اسلام، مسلمان اور بیرونی اسباب کے پیش نظر لیا جانا چاہیے۔

ہر ایک جزء متعدد موضوعات اور مسائل پر مشتمل ہے مثلاً اسلام سے متعلق حصہ میں ممکن ہے مسلمانوں کے انحطاط میں اسلامی اعتقادات وافکار کو موثر قرار دیا جائے[۱]۔ اور ممکن ہے کہ کچھ لوگ اسلام کے اخلاقی نظام کو ہی انحطاط و کمزوری کا باعث قرار دیں۔ یہ بھی امکان ہے کہ کچھ افراد اسلامی سماج کے قوانین کو مسلمانوں کے انحطاط کی وجہ قرار دیں۔ بعض اسلامی عقائد وافکار، بعض اخلاقی اصول اور بعض سماجی قوانین و اصول کو اس بات کے مورد الزام ٹھرایا جاسکتا ہے[۲]۔ اسی طرح مسلمانوں کے حوالے سے[۳] اور خارجی اسباب

۱۔ اسلامی اعتقادات وافکار میں سے مندرجہ ذیل موضوعات پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے: ۱۔ قضا و قدر پر عقیدہ ۲۔ آخرت پر عقیدہ اور دنیوی زندگی کو حقیر تصور کرنے کا عقیدہ ۳۔ شفاعت ۴۔ تقیہ ۵۔ انتظار فرج

۲۔ مسلمانوں کے انحطاط میں اسلامی اخلاق کے عناصر مثلاً زہد، قناعت، صبر، رضا، تسلیم و توکل پر یہ الزام ہے کہ وہ اسلامی تہذیب کے زوال کا سبب بنے ہیں۔ سب سے پہلے حکومت کا مسئلہ ہے۔ کچھ لوگوں کے مطابق اسلام نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے فرائض کو مکمل طور پر معین نہیں کیا ہے۔ اسلام کے تعزیراتی قوانین سالوں سے بے توجہی کا شکار ہیں اور بہت سے اسلامی ممالک نے اسی وجہ سے اپنے تعزیراتی قوانین کو دوسروں سے اقتباس کیا ہے۔ بہر حال اسلام کا تعزیراتی قانون اسی گفتگو کا ایک حصہ ہے۔ آج کے دور میں اسلام کے بعض مدنی قانون جیسے کہ خواتین کے حقوق یا اسلامی اقتصاد کے قوانین یا مسئلہ ارث وغیرہ پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ لوگ انھیں چیزوں کو اسلامی تہذیب کی عقب ماندگی کا سبب بتاتے ہیں۔

۳۔ یہاں پر ضروری ہے کہ ان مسائل کی نشاندہی کی جائے جن کا تعلق اسلام سے ہے لیکن اب وہ متروک ہوگئی ہیں اور وہ چیزیں جن کا تعلق اسلام سے نہیں ہے لیکن اس وقت مسلمانوں کے درمیان معمول ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ دیکھنا ہوگا کہ اس انحطاط کے ذمہ دار عام مسلمان ہیں یا خاص لوگ ہیں؟ اسلام کا ظہور عربوں کے درمیان ہوا پھر ایرانی، ہندی، قبطی اور بربر وغیرہ جیسی دوسری قومیں بھی اسلام کے پرچم تلے آگئیں۔ ان میں سے ہر ایک قوم کی اپنی خاص ذاتی، تاریخی اور قومی خصوصیات تھیں۔ ہمیں یہ تلاش کرنا چاہیے کہ کیا یہ قومیں یا ان سے بعض نے اپنی قومی و ذاتی خصوصیات کی وجہ سے اسلام کو اس کے اصلی راستہ سے منحرف کردیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ان قوموں کے علاوہ اسلام دوسری قوموں کے درمیان ظہور کرتا، مثلاً مغرب میں ظہور کرتا تو آج کے مسلمانوں کی قسمت کچھ اور ہی ہوتی؟ یا عام مسلمانوں کا اس میں کوئی دخل واثر نہیں رہا ہے بلکہ اسلام و مسلمانوں کے سر پر جو آفت آئی ہے اس کے ذمہ دار خاص لوگ ہیں یعنی مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے دو بااثر طبقے کے لوگ ایک حکمران اور دوسرے علمائے دین؟

کے حوالے سے[۱] بھی متعدد اور مختلف گوشے ہیں لہٰذا ان تمام گوشوں کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔

جو کچھ بھی ہم نے اب تک بیان کیا ہے وہ بہت سے موضوعات کا مجموعہ ہے جن کو ان مباحث کے ذیل میں موضوعات کی ترتیب کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے:

۱۔ مسلمانوں کا عروج وزوال: یہ بحث تمام مباحث کے لیے مقدمہ ہے۔

۲۔ اسلام اور زمانے کے تقاضے: اس بحث میں دو گفتگو شامل ہے: ایک فلسفہ تاریخ سے مربوط ہے اور دوسری گفتگو زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اسلامی قوانین میں تبدیلی کے اسباب کے ذکر کے ساتھ

۳۔ قضاو قدر ؛ ۴۔ معاد و قیامت پر عقیدہ اور سماجی ترقی یا زوال میں اس کا اثر ورسوخ

۵۔ شفاعت ؛ ۶۔ تقیہ ؛ ۷۔ انتظار فرج ؛ ۸۔ اسلام کا اخلاقی نظام

۹۔ اسلام کی نظر میں حکومت ؛ ۱۰۔ اسلامی معاشیات

۱۱۔ اسلام کا تعزیراتی قانون ؛ ۱۲۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق

۱۳۔ اسلام کا بین الاقوامی قانون

۱۴۔ حدیث کا جعل کرنا اور اس میں تحریف کرنا

۱۶۔ شیعہ وسنی کے آپسی اختلافات اور مسلمانوں کے انحطاط میں اس کا اثر ورسوخ

۱۷۔ اشاعرہ ومعتزلہ فرقہ ؛ ۱۸۔ جمود واجتہاد

۱۹۔ فلسفہ اور تصوف ؛ ۲۰۔ اسلامی دنیا کے حکمران

۱۔ خارجی اسباب میں بہت سے رجحانات پائے جاتے ہیں جن کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ اسلام کے آغاز سے ہی اسلام کو ہمیشہ داخلی اور بیرونی دشمنوں کا سامنا رہا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، مانویوں اور دھریوں نے پشت سے اسلام پر خنجر چلایا ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسلامی حقایق کی تحریف کی اور حدیثیں جعل کیں اور گروہ وفرقے ایجاد کیا اور اس طرح مسلمانوں کے درمیان اختلاف پھیلانے میں موثر رہے ہیں۔ تاریخ اسلام میں بہت سی دینی وسیاسی تحریکیں غیر مسلمانوں کی طرف سے مشاہدہ میں آئی ہیں جن کا اصل مقصد اسلام کو کمزور کرنا یا محو کرنا تھا۔ اسی وجہ سے اسلامی دنیا کو دشمنوں کے سخت حملوں کو سامنا کرنا پڑا ہے۔ صلیبی جنگیں اور مغلوں کے حملات اس بات کی روشن دلیل ہیں اور مسلمانوں کے انحطاط میں یہ بہت تاثیر گزار رہے ہیں۔ آخری صدی میں مغربی استعمار سب سے زیادہ خطرناک رہا ہے جس نے مسلمانوں کے خون کو چوس لیا اور اپنے مظالم کے ذریعہ مسلمانوں کی کمر خم کردی ہے۔

۲۱۔ روحانیت ؛ ۲۲۔ اسلامی دنیامیں اقلیتوں کو برباد کرنے والی کارکردگی

۲۳۔ اسلامی دنیامیں مختلف گروہوں کا وجود ۲۴۔ صلیبی جنگیں

۲۵۔ اندلس کا زوال ؛ ۲۶۔ مغلوں کا حملہ

۲۷۔ استعماری طاقتیں[۱]۔

اس گفتگو کی سب سے دلچسپ اور قابل غور بحث تہذیبوں کے تکامل وارتقاء کی بحث ہے، بالخصوص اسلامی تہذیب کی بحث۔ اخوان الصفا اس موضوع کے بارے میں اپنے ایک رسالہ میں تحریر کرتے ہیں:

"ہر حکومت کا ایک وقت ہوتا ہے جہاں سے اس کا آغاز ہوتا ہے اور اس کا ایک مقصد ہوتا ہے جس کی طرف وہ بڑھتی ہے اور اس کی ایک حد ہوتی ہے جہاں پہنچ کر اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے لہٰذا جیسے ہی اپنے دورترین اختتام کو پہنچتی ہے تو اس میں انحطاط اور تنزل شروع ہوجاتا ہے پھر اس کے باشندے پریشانیوں میں گھرجاتے ہیں اور دوسری قوم مضبوط ہونے لگتی ہے پھر اس کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی جاتا ہے۔[۲]"

منابع و مآخذ

- آجودانی، ماشاالله، مشروطه ایرانی و پیش زمینه های نظریه ولایت فقیه، اختران، تهران، ۱۳۸۱
- پژشکزاد، ایرج، جهانی شدن و جهانی سازان، مرکز پژوهش های اسلامی، قم، ۱۳۸۱
- پور ایران، عباس، روابط ایران و عثمانی در عهد صفویان، دستور، مشهد، ۱۳۸۴
- حلبی، علی اصغر، گزیده رسائل اخوان الصفا، زوار، تهران، ۱۳۸۰
- شریف، میر محمد، تاریخ فلسفه در اسلام، مرکز نشر دانشگاهی، تهران، ۱۳۶۲
- مجتهدی، کریم، مدارس و دانشگاه های اسلامی و غربی در قرون وسطی، پژوهشگاه علوم انسانی، تهران، ۱۳۷۹

۱۔ مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار (جلد۱)، ص۳۵۰ تا ۳۵۶

۲۔ حلبی، علی اصغر، گزیدہ رسائل اخوان الصفا، ص ۱۹۲